© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

صحیح حدیث میں ہے "المومن لا یلدغ من جحر واحد مرتین" مومن ایک بھٹ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ یہ پیغمبر صادق و مصدوق کا ارشادِ گرامی ہے اور اُس لئے اس کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اگر سچ ہے تو پھر آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں مسلمان ایک ہی بھٹ سے بار بار ڈسے جا رہے ہیں اور یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا اور نہ مستقبل قریب میں اس کے ختم ہونے کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے آپ پر ظلم کیا ہے تو اس کا صدمہ ہونا اور غصہ میں بھر کر ظالم کے خلاف احتجاج کرنا اور اگر ممکن ہو تو اُس سے بدلہ لینا ایک امرِ طبعی ہے اور معاملہ خواہ انفرادی ہو یا کسی پوری ایک قوم اور ایک گروہ کا ہو بہرحال سب یہی کرتے چلے آئے ہیں اور یہی کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا نقطۂ نظر اور اُس کی تعلیم اس باب میں مختلف ہے۔ وہ اس موقع پر مسلمانوں کو یہ یاد دلاتا ہے کہ اگر کسی شخص نے یا کسی قوم نے تم پر کوئی ظلم کیا ہے تو جذبات سے الگ رہ کر سنجیدگی سے غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اُس ظلم کا باعث کوئی اور نہیں بلکہ تم ہو۔ وہ شخص اگر تم پر ظلم کر سکا ہے تو اُس کی وجہیں دو ہی ہو سکتی ہیں، یا اُس کی وجہ یہ ہے کہ تم کمزور تھے، یا یہ کہ تم غافل تھے اور تمہاری بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ظالم تم پر ایک داؤں کر بیٹھا ہے۔ اس ظلم کی وجہ یہی دو ہو سکتی ہیں، ورنہ اگر تم طاقتور اور ہوشیار و باخبر بھی ہو تو پھر کسی کی مجال نہیں ہے کہ تم پر دست درازی کر کے تمہیں کوئی دکھ اور تکلیف پہنچا سکے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ اور وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ میں اسی حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا قرآن کا کوئی انوکھا اور دنیا جہان سے نرالا فلسفہ یا نظریہ نہیں ہے بلکہ قانونِ فطرت ہے .... اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مظلوم ہونے کا جو سبب ہے اُس کے تدارک کی صورت بھی اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ اسے دور کیا جائے یعنی اگر اُس کا سبب کمزوری ہے تو اُسے دُور کر کے طاقت و قوت حاصل کرو۔ اگر اس کا باعث غفلت و بے خبری ہے تو اُس کی چادر اتار کر ہوشیار اور باخبر ہو جاؤ۔ پس مذکورہ بالا حدیث میں جو ارشادِ حق بنیاد ہے اُس کا مطلب یہ ہوا کہ مومن حالتِ کمزوری میں یا غفلت و بے خبری کے عالم میں ایک مرتبہ تو دشمن کا وار کھا سکتا ہے مگر دوسری مرتبہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ فوراً صورتِ حال کا تجزیہ کرتا ہے اور اُس کے بعد بھٹ سے ڈسے جانے کا جو اصل سبب ہوتا ہے اُسے دُور کر لیتا ہے یعنی محض ظالم کو بُرا بھلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہے جانا اور بار بار اُسے یہ یاد دلانا کہ اس نے ظلم کیا ہے ظلم کا اصل علاج ہرگز نہیں ہے کیونکہ جس کی سرشت ظالمانہ ہے وہ اپنی طبیعت کی خاص ساخت اور مزاج کے باعث انصاف کرہی نہیں سکتا، اُس سے شکوہ شکایت ظلم کا مداوا کس طرح ہو سکتے ہیں۔؟ اور اگر پھر بھی کوئی ایسا کرتا ہے تو بجز اس کے اور کیا کہئے کہ

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

اس بنا پر جو کچھ کرنا ہے تمھیں کرنا ہے۔ تم خود اپنی تقدیر کے مالک ہو۔ رحم کی بھیک اور حقوق کی دریوزہ گری سے قوموں کی قسمتیں نہیں بدل سکتیں۔ حقوق مانگے نہیں جاتے حاصل کئے جاتے ہیں۔ زندگی کی روشنی جو ہر انسان کا طبعی حق ہے کسی سے طلب نہیں کی جاتی بلکہ معرفتِ نفس کے سورج سے حاصل کی جاتی ہے جو ہر انسان کے قلب میں ضوفگن ہے۔

آج ہندوستان میں مسلمانوں کے جو مطالبات و مسائل ہیں، فرقہ پرست اخبارات اور ادارے جو انہیں جلی کٹی باتیں سُنا رہے ہیں جن پر حکومت کو فوراً توجہ کرنی چاہیے تھی مگر وہ کان میں گھنگنی ڈالے بیٹھی ہے، اس کا واحد سبب مسلمانوں کی قومی اعتبار سے پسماندگی اور کمزوری ہے۔ ورنہ اسی ملک میں سکھ بھی رہتے ہیں جو تعداد میں مسلمانوں کی آبادی کے کسر کے برابر ہیں اور ڈٹ کر پنجابی صوبہ کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن مہا سبھا یا کسی ہندو کی کیا مجال کہ ان کی نسبت وہ باتیں کہہ سکے جو مسلمانوں کی نسبت کھلم کھلا اور برملا کہی جا رہی ہیں۔ ایک قوم تباہ و برباد ہونے کے بعد بھی چند برسوں میں کس طرح مکمل طاقت و قوت کے ساتھ دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے؟ اس کا سبق جرمنی۔ جاپان۔ انگلینڈ۔ اور روس سے لیا جا سکتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں اُن کا حال کیا ہو گیا تھا اور آج وہ کس مرتبہ پر ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو آزاد و خود مختار قومیں خود اپنے ملک کی مالک ہیں لیکن یہودیوں کو کیا کہئے گا جنھوں نے تاریخ میں ہمیشہ در بدر کی ٹھوکریں کھائیں اور ہر جگہ مصائب و آلام کا تختۂ مشق بنے رہے۔ لیکن آج اُن کی چھوٹی سی سلطنت کا یہ رعب داب ہے کہ عرب کی آنکھوں سے چین اور سُکھ کی نیند غائب ہو گئی ہے۔ انھوں نے جس جرأت، ہمت اور پامردی و استقلال سے حوادث کا مقابلہ کر کے اپنی قومی زندگی کو تاریخ کے ہر دور میں محفوظ رکھا ہے وہ ہر ایک کے لئے مایۂ ہزار عبرت و بصیرت ہے۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک وہ قوم ہے جو عام ارباب تفسیر کے خیال کے مطابق قرآن میں مغضوب علیھم کہہ کر پکاری گئی تھی کہ زندگی کی تیرہ و تاریک ظلمتوں کو اپنے نفسہائے گرم و شرربار سے سورج کی کرنوں میں تبدیل کر لیتی ہے اور ایک یہ قوم ہے جس کو قرآن نے وانتم الاعلون کہہ کر خطاب کیا تھا کہ حیات و کامرانی و بامرادی کی وسعتیں اُس پر روز بروز تنگ ہوتی جا رہی ہیں فاعتبروا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے

آپ کہیں گے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں اور اقتدارِ اعلیٰ دوسروں کے ہاتھ میں ہے اس لئے اپنی مرضی اور صوابدید سے وہ کیا کر سکتے ہیں ؟ لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ذہنیت سرتا سر قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے اور تاریخ بھی اس کی تائید نہیں کرتی ۔ قرآن میں صاف فرمایا گیا ہے " کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً " اور چونکہ یہاں کم خبریہ ہے اس لئے اس کا ترجمہ ہوگا " اور کتنے ہی چھوٹے گروہ ہیں جو بڑے گروہوں پر غالب آجاتے ہیں ۔ تعداد کی زیادتی سے بے شبہ تقویت ضرور ہوتی ہے مگر ساتھ ہی ایک نفسیاتی خسارہ یہ ہوتا ہے کہ قوم میں سُست عملی ۔ بدنظمی اور افراتفری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بنیان مرصوص " نہیں رہتی ۔ اس بنا پر کثرتِ تعداد کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کسی مہلک بیماری سے نجات پانے اور صحت مند ہو جانے کے بعد اس کا خیال رکھنا کہ پھر دوبارہ مرض عود نہ کر آئے ظاہر ہے یہ مرتبہ حصولِ صحت کے بعد آتا ہے لیکن نفس حصول صحت کا دارو مدار اس پر نہیں بلکہ علاج معالجہ کے ذریعہ ازالہ مرض طبیعت کی قوت و طاقت اور مزاج کی اصلاح پر ہے ۔ اسی طرح قومیں زندگی کی متاعِ گراں اور کثرتِ تعداد حکومت اور اقتدارِ اعلیٰ کے ذریعہ حاصل نہیں کرتیں بلکہ عقیدہ کی پختگی ہمہ گیر جذبۂ عمل ۔ اعلیٰ اور بلند کردار ۔ سماجی طور پر علو مرتبت ۔ اقتصادی استحکام و مضبوطی اور باہمی اتحاد و تنظیم یہ وہ اوصاف ہیں جن سے قومیں خاکِ مذلت سے اُٹھکر آسمانِ عروج پر پہنچی ہیں اور اب اُن کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے اور اقتدارِ اعلیٰ بھی حاصل ہوتا ہے ۔

چند در چند تاریخی اسباب کے ماتحت مغلیہ سلطنت کے زوال سے مسلمانوں میں جو بعض قومی نقائص اور معائب پیدا ہو گئے ہیں اُن میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اُن میں خودنگری مفقود ہو گئی ہے اور اُس کی جگہ دست نگری نے لے لی ہے اور وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے کے بجائے دوسروں کے سہارے جینے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ اس طرح انگریزوں کے زمانہ میں انھوں نے کچھ حاصل کر لیا ہو لیکن ایک سیکولر جمہوری حکومت میں جب تک وہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی ہمہ گیر و ہمہ جہتی تعمیر پر متوجہ نہیں ہوں گے ، محض جلسوں جلوسوں ، ہنگامہ آرائیوں اور شکوہ و شکایت اور احتجاج سے ان کے مسائل و معاملات ہرگز حل نہیں ہو سکتے ۔

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جلترنگ

© rasailojaraid.com